ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

الفضل قادیان

ایڈیٹر: غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ: الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۰ روپے

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۳ | مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۲ء یوم پنجشنبہ | مطابق ۳ صفر ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حضور ۳۔ جولائی کو راولپنڈی سے روانہ ہوکر ۴۔ جولائی کی صبح لاہور پہونچ گئے۔ ۵۔ جولائی کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔

۴۔ جولائی بعد نماز عشا مسجد اقصےٰ میں مرزا اسماعیل بیگ صاحب نے ذکر حبیب پر تقریر کی۔

میاں غلام مصطفیٰ صاحب جمعدار ڈر وکٹوریہ جیل ہانگ کانگ ۳۶ سالہ ملازمت کے بعد پنشن یاب ہوکر قادیان آگئے ہیں۔ ہانگ کانگ میں یہ اکیلے احمدی تھے۔ لیکن اب ان کی تبلیغ اور خدا کے فضل سے وہاں جماعت موجود ہے۔ میاں صاحب کی اہلیہ صاحبہ چینی مسلمان خاتون ہیں۔ اور ان کے بچے چینی زبان خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

راولپنڈی سے حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق اطلاعات

راولپنڈی ۲۔ جولائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت صبح پونے چھ بجے راولپنڈی پہونچے۔ آٹھ بجے ڈاکٹر میجر باسو سے آنکھوں کا معائنہ کرایا۔ انہوں نے ککروں وغیرہ کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد قرار دیا۔ کہ اب آنکھ میں ککرے بالکل نہیں ہیں۔ اور اب کوئی علاج ککروں کا تیز ادویہ سے نہیں ہونا چاہیے البتہ آنکھ کے پردوں کی جھلی جو کمزور ہوگئی ہے۔ اس کے اوپر ہونٹ سے جھلی لے کر لگا دی جائے گی۔ جس کا وقت ماہ اکتوبر مقرر ہوا۔ اس کے علاوہ عینک پڑھائی کے وقت کے لئے تجویز کی۔ اور دو دوائیں بھی استعمال کے لئے تجویز کیں۔ ڈاکٹر صاحب نہایت خوش خلقی سے پیش آئے۔ اور ان کی باتیں موجب اطمینان تھیں۔ خاکسار رحمت اللہ۔

راولپنڈی ۳۔ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ آج ۸ بجے سے ۱/۲ ۸ بجے تک حضور نے راولپنڈی کی جماعت کو شرف ملاقات بخشا۔ پھر چوہدری عبدالعزیز صاحب احمدی آنریری مجسٹریٹ کوٹ فتح خاں کو ملاقات کا موقعہ دیا نو بجے سے قبل حضور نے جماعت پشاور سے آمدہ بعض دوستوں کو ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔ ان میں سے ایک صاحب نے بیعت بھی کی ۱/۲ ۱۱ سے ۱/۲ ۱۲ بجے تک حضور نے یہاں کے مسلمان سینیر سب جج صاحب سے ملاقات کی۔ عام مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ آج رات کو راجہ علی محمد صاحب افسر مال نے حضور کو دعوتِ طعام دی۔ اور یہاں کے معززین کو بھی بلوایا ہے۔ آج رات پونے گیارہ بجے کی گاڑی سے حضور روانہ ہوکر کل صبح چھ بجے کے قریب لاہور پہونچ جائیں گے۔ اور لاہور سے اغلباً ۶ جولائی کی صبح کو قادیان کے لئے روانہ ہونگے۔ خاکسار شیخ یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

محلانوالہ میں جلسہ

چودھری اللہ داد صاحب محلانوالہ ضلع امرتسر سے لکھتے ہیں۔ دو اہلحدیثوں کے احمدیت قبول کر لینے پر ملانوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ اور انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف زہر فشانی اور غلط بیانی شروع کر دی۔ اس لئے ۷، ۸ مئی کو ایک جلسہ کیا گیا۔ غیر احمدیوں نے منادی کرائی۔ کہ کوئی شخص تقریریں نہ سنے۔ لیکن یہ ایک اشتہار تھا۔ جس سے بہت زیادہ لوگ جلسہ میں آئے۔ جلسہ گاہ کے ارد گرد چھتوں پر مستورات تھیں رات کے ۹ بجے سے صبح کے ½ ۲ بجے تک تقریریں ہوتی رہیں۔ سید بہاول شاہ صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے اجرائے نبوت پر نہایت کامیاب تقریریں کیں۔ حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔ اور صبح پھر سننے کی خواہش کی۔ اگلے روز غیر احمدیوں نے ہمارے مقابل میں اپنا کیمپ لگا کر جلسہ کرنا چاہا۔ لیکن اکثر لوگ ہمارے جلسہ میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا اثر ہوا ہے۔

ویرووال میں جلسہ

عبدالمجید خاں صاحب سیکرٹری تبلیغ لکھتے ہیں۔ ۱۴، ۱۵، ۱۶ مئی ویرووال ضلع امرتسر میں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی محمد شریف صاحب نے تقریریں کیں "احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے" اور "فضیلت اسلام" پر مولوی بقاپوری صاحب کی تقریریں بہت موثر ہوئیں۔ اور بہت پسند کی گئیں۔ بعض غیر احمدیوں نے علیحدہ جلسہ کا ڈھونگ رچا کر گالیاں دینی شروع کیں۔ لیکن ان کے اپنے آدمیوں نے انہیں شرمندہ کیا۔ پھر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ لیکن ہماری طرف سے منظوری پر ان کے مولوی دوسرے گاؤں میں چلے گئے۔ ہم نے تعاقب کیا۔ لیکن وہاں جا کر بھی چیلنج سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح اپنی جان چھڑائی۔

جماعت احمدیہ سیالکوٹ شہر کا سالانہ جلسہ

۲، ۳ جون ۱۹۳۲ء کو ٹاؤن ہال میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ جہاں پبلک کو بجلی کے پنکھوں اور روشنی سے بہت آرام میسر آیا۔ باوجود گرمی کی شدت کے روزانہ تین اجلاس صبح ۶ بجے سے ½ ۹ بجے تک پھر ½ ۴ بجے سے ½ ۷ تک۔ پھر تیسرا بعد نماز مغرب ۹ بجے سے ½ ۱۱ بجے تک ہوتے رہے۔ جلسہ گاہ میں مردوں کے علاوہ مستورات کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام تھا۔ احمدی اور غیر احمدی مستورات تقاریر سنتی رہیں۔ اور مردوں میں مسلمان۔ ہندو و سکھ۔ عیسائی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ بکثرت شامل ہوئے۔ پہلے دن مولوی محمد سلیم صاحب نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث المسلم مرآۃ المسلم کے متعلق نہایت پُرلطف تقریر فرمائی۔ جس سے سامعین نے بہت حظ اٹھایا۔

پھر مولوی غلام رسول صاحب نے درود شریف کی فلاسفی پر عالمانہ اور پُر معارف تقریر فرمائی۔ اس تقریر سے سامعین نہایت متاثر ہوئے ان کے بعد ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی۔ اے گجراتی نے وفات مسیح پر قریباً دو گھنٹہ تقریر کی عقلی اور نقلی دلائل اور براہین سے ثابت کیا کہ مسیح ناصری اس جہان فانی سے دیگر انبیاء سابقین کی طرح رحلت فرما گئے ہیں۔

تیسرے اجلاس میں گیانی واحد حسین صاحب نے تقریر فرمائی جس میں آپ نے سکھ صاحبان کی معتبر کتب سے واضح طور پر ثابت کیا۔ کہ حضرت باوا نانک صاحب مسلمان تھے۔ اس تقریر میں سکھ صاحبان بھی کثرت سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جنہوں نے شروع تقریر سے پیشتر ہی اس قدر شور مچایا۔ کہ نصف گھنٹہ سے زائد وقت ضائع ہو گیا۔ اختتام تقریر پر انہوں نے وقت کا مطالبہ کیا۔ جو دیا گیا۔ مگر کوئی معقول اعتراض نہ کر سکے۔

دوسرے روز ختم نبوت کی حقیقت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے۔ اور صداقت مسیح موعودؑ پر نہایت عالمانہ تقریریں ہوئیں۔ خدا کے فضل سے یہ جلسہ نہایت کامیابی سے بخیر و خوبی ختم ہوا۔

پولیس اور حکام کا رویہ دوران جلسہ میں اچھا رہا۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ گیانی واحد حسین صاحب کی تقریر کے دوران میں سکھوں کی طرف سے بالکل معمولی شور ہونے پر ڈسٹی مجسٹریٹ صاحب نے ہمارے جلسہ کو زبردستی بند کر دیا حتیٰ کہ صاحب صدر کو صدارتی تقریر بھی نہ کرنے دی۔ حالانکہ نقص امن کا قطعاً کوئی اندیشہ نہ تھا۔

اس کے علاوہ دوران جلسہ میں یہ زبردست غلط افواہ پھیلائی گئی۔ کہ احمدیوں نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے سمجھوتہ کر لیا ہے کہ وہ ان کے مقابلہ پر نہ آئیں۔ اس کی زبردست تردید ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم نے نہایت احسن پیرایہ میں جلسہ میں کر دی۔

خاکسار شیر خاں سیکرٹری تبلیغ۔ شہر سیالکوٹ

جماعت احمدیہ چونڈہ کا سالانہ جلسہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ چونڈہ کا سالانہ جلسہ تین جون بروز جمعہ سے شروع ہو کر پانچ جون کو رات کے گیارہ بجے بخیر و خوبی ختم ہوا۔ نماز جمعہ مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے پڑھائی۔ اور خطبہ میں تبلیغ کی اہمیت۔ باہمی اتحاد و اتفاق۔ اور چندہ کی باقاعدگی کے متعلق وعظ فرمایا۔

پہلا اجلاس زیر صدارت چوہدری نبی بخش صاحب منعقد ہوا سید نذیر حسین شاہ صاحب آف گھٹیالیاں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر تقریر فرمائی۔ حاضرین نہایت ذوق و شوق سے تقریر سنتے رہے۔ دوسرا اجلاس زیر صدارت شیخ عبدالحکیم صاحب منعقد ہوا۔ سید نذیر حسین صاحب نے "عقائد جماعت احمدیہ" پر تقریر فرمائی۔ آپ کا طرز بیان نہایت پسندیدہ۔ دلائل معقول اور عام فہم تھے۔

دوسرے دن صبح کا اجلاس زیر صدارت شیخ عبدالحکیم صاحب انعقاد پذیر ہوا۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم نے "اسلام اور دیگر مذاہب" پر زبردست تقریر فرمائی۔ فضیلت اسلام کے ثبوت میں قرآن شریف بائیبل۔ وید اور دیگر مذاہب کی کتب سے بہت سے حوالجات دیئے۔

دوسرا اجلاس زیر صدارت چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ علاقہ کا منعقد ہوا۔ چونکہ اس اجلاس میں "سکھ ازم اور اسلام" پر گیانی واحد حسین صاحب کی تقریر تھی۔ اور حکام ضلع کو اکالیوں کی طرف سے اس تقریر کے متعلق خدشہ کا اظہار کیا گیا تھا۔ چنانچہ دس بارہ اکالی اس روز سیالکوٹ سے چونڈہ میں وارد بھی ہوئے تھے۔ اس لئے ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع نے قیام امن کے لئے صاحب مجسٹریٹ علاقہ اور ایک سب انسپکٹر پولیس کو جلسہ میں متعین کیا۔ انعقاد اجلاس سے قریباً دو گھنٹہ پیشتر چند ایک سکھ قیام گاہ مبلغین پر آئے اور مناظرہ کے لئے تحریری درخواست پیش کی جس کے جواب میں لکھا گیا۔ کہ اگر یہ دعوت مناظرہ با اثر مقامی سکھ صاحبان کی طرف سے ہو تو ہم تیار ہیں۔ لیکن اس شرط سے انہوں نے پہلو تہی کی اس لئے مناظرہ قرار نہ پایا۔ گیانی صاحب نے اپنی تقریر میں ہر ایک دعوے کو سکھوں کی مستند کتب سے پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ دوران تقریر میں سیالکوٹ سے آمدہ سکھ اور مقامی سکھ اور ہندو صاحبان کثرت سے موجود تھے لیکن کسی قسم کی کوئی بدامنی ظہور میں نہ آئی۔ سامعین گیانی صاحب کی تقریر کے بہت مداح تھے۔

تیسرا اجلاس بھی زیر صدارت چوہدری عبداللہ خاں صاحب منعقد ہوا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند ایک پیشگوئیوں پر تقریر فرمائی۔ اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے۔

تیسرے دن صبح کا اجلاس زیر صدارت شیخ غلام نبی صاحب منعقد ہوا مولوی محمد سلیم صاحب نے "وفات مسیح" پر ایسی بیّن اور واضح دلائل کے ساتھ تقریر فرمائی۔ کہ قبل ازیں بہت کم لوگوں کو سننے کا موقعہ ملا ہو گا۔ دوسری تقریر "مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت" پر مولوی غلام رسول صاحب نے نہایت شرح و بسط سے کی۔ اتحاد و اتفاق کی ضرورت و اہمیت کو دلائل کے ساتھ واضح فرمایا۔ ازاں بعد سید نذیر حسین شاہ صاحب نے "ضرورت احمدیت" پر تقریر فرمائی جو عام طور پر پسند کی گئی۔ دوسرا اجلاس زیر صدارت چوہدری فضل احمد صاحب منعقد ہوا جس میں مولوی غلام رسول صاحب نے "ختم نبوت کی حقیقت" پر سیر کن بحث کی اور اجرائے نبوت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دلائل عقلیہ اور نصوص قرآنیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ ، جولائی ۱۹۳۲ء | جلد ۲۰

ریاست بہاولپور میں ایک احمدی کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ

چیف منسٹر صاحب کا افسوسناک جانبدارانہ رویہ

ریاست بہاولپور میں سات سال سے ایک احمدی عبدالرزاق صاحب کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر ہے۔ جس نے اب نہایت ہی نازک اور خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ ریاست کے بعض ایسے صاحب اقتدار حکام نے جن پر رعایا کی عزت و آبرو اور عدل و انصاف کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کھلم کھلا اس احمدی کے خلاف مخالفانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ جسے مقدمہ کی اس قدر غیر معمولی طوالت نے دیگر تکالیف کے علاوہ غربت اور تنگدستی کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

ڈسٹرکٹ جج اور چیفکورٹ کا فیصلہ

اس مقدمہ میں ان وجوہات کو جو تنسیخ نکاح کے لئے پیش کی گئی تھیں ڈسٹرکٹ جج نے ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے فیصلہ مدعا علیہ کے حق میں کیا۔ یعنی نکاح کو بحال رکھا۔ اس کے بعد مدعیہ کی طرف سے چیف کورٹ بہاولپور میں اپیل دائر کی گئی۔ اور فاضل ججان چیفکورٹ نے بھی ڈسٹرکٹ جج صاحب کے فیصلہ کو بحال رکھتے ہوئے اپیل خارج کر دی۔

برطانوی ہند کی ہائی کورٹوں کے فیصلے

از روئے قانون اور انصاف ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ یہ اپنی قسم کا پہلا مقدمہ نہ تھا۔ بلکہ اسی قسم کے مقدمات برطانوی ہند کے مختلف صوبوں میں فیصل ہو چکے ہیں۔ اور نہ صرف ماتحت عدالتیں بلکہ کئی ہائی کورٹیں بھی احمدیوں کے حق میں فیصلہ کر چکی اور نکاح ناقابل تنسیخ قرار دے چکی ہیں۔

چنانچہ پنجاب ہائی کورٹ کریم بخش بنام جیند وڈی کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ

جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ پٹنہ ہائی کورٹ اسی قسم کے ایک مقدمہ میں ۲۱ دسمبر ۱۹۲۶ء کے ایک فیصلہ میں یہ رولنگ دے چکی ہے۔

"احمدی باوجود اس اختلاف کے جو مذہب کے بعض فروعی حصوں کے متعلق ان میں اور عام رواجی مسلمانوں کے خیالات میں بیان کیا جاتا ہے۔ مسلمان ہیں"۔ (پٹنہ لاجرنل صفحہ ۱۰۸ - جلد دوم)

اسی طرح مدراس ہائی کورٹ یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ:-

"ایک مسلمان محض جماعت احمدیہ میں داخل ہو جانے کی وجہ سے اسلام سے مرتد نہیں ہو جاتا۔ اور اپنی بیوی کے ساتھ اس کا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا"۔ (لاجرنل رپورٹ حصہ ۲ - صفحہ ۶۶۳)

یہ بالکل صاف اور واضح فیصلے ہیں۔ ہندوستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے ہیں۔ قانون کے منشاء کو ریاستوں کے قانون دانوں سے بہت زیادہ صحیح اور درست سمجھنے والوں کے فیصلے ہیں۔ عدل و انصاف کی مقتضیات کو عمدگی کے ساتھ پیش نظر رکھنے والوں کے فیصلے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غیر جانبدار عدالتوں کے فیصلے ہیں۔ ہندوستان کی کسی ماتحت ریاست کو ان سے سرتابی کا قطعاً حق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ریاست بہاولپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پھر چیف کورٹ کے فاضل ججوں نے ان فیصلوں کا احترام کرنا ضروری سمجھا۔ اور ان کے خلاف قدم اٹھانا اپنی حدود سے تجاوز خیال کیا۔

"دربار معلیٰ" میں مقدمہ

لیکن جب ریاست بہاولپور کے "دربار معلیٰ" میں یہ مقدمہ پہنچا تو چیف منسٹر صاحب نے نہ صرف مدعا علیہ کے متعلق نہایت افسوسناک رویہ اختیار کر لیا۔ بلکہ ماتحت عدالتوں کے فیصلہ کو عجیب و غریب دلائل کی بنا پر کھٹائی میں ڈال دیا۔

جب اس دربار میں پہلی بار مقدمہ پیش ہوا۔ تو یہ قرار دیا گیا۔ کہ ریاست کے مفتی صاحب تنسیخ نکاح کے دلائل پیش کریں۔ یہ مفتی صاحب اپنے وعظوں اور خطبوں میں احمدیوں کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلانے اور سب و شتم کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اور اس مقدمہ کے سلسلہ میں انہوں نے اپنی فتنہ انگیز سرگرمیوں میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے نیز وہ ہر رنگ میں کوشاں ہیں۔ کہ نکاح منسوخ قرار دے دیا جائے۔

چیف منسٹر کا رویہ

"دربار معلیٰ" کی اس تجویز پر مدعا علیہ نے درخواست دی۔ کہ اسے بھی کسی عالم دین کو عدالت میں پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ تاکہ عدالت فریقین کے علماء کے دلائل سن کر صحیح نتیجہ پر پہونچ سکے۔ مگر چیف منسٹر نے اس سے انکار کر دیا مگر خاص جد وجہد کے بعد مسل مقدمہ پر اسے یہ نوٹ کرنا پڑا۔ کہ احمدی فریق بھی اپنا مولوی پیش کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس نوٹ کے جب مدعا علیہ نے اپنی جماعت کے ایک عالم مولوی فضل الدین صاحب کو پیش ہونے کی اجازت دینے کے لئے باقاعدہ درخواست دی۔ تو وہ درخواست واپس کر دی گئی اس سلوک کے باوجود جماعت کے ایک اور عالم مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل کو وہاں بھیجا گیا۔ ۲۱ - جنوری ۱۹۳۲ء کو "دربار معلیٰ" میں پیشی تھی۔ فریقین مقدمہ کو بلانے سے قبل قریباً پون گھنٹہ چیف منسٹر صاحب اور مفتی صاحب میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر مدعا علیہ کو بلا کر چیف منسٹر صاحب نے فرمایا۔ تم مفتی صاحب پر اعتراض کرو۔ مدعا علیہ نے کہا۔ میں بھی اپنی طرف سے کوئی عالم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو چیف منسٹر صاحب نے اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر رجسٹرار صاحب کے ساتھ انگریزی میں گفتگو کرنے کے بعد اجازت دے دی۔ اس پر مولوی غلام احمد صاحب کو بلایا گیا جب مولوی صاحب موصوف پیش ہوئے۔ تو چیف منسٹر صاحب نے انہیں بھی یہی کہا۔ کہ مفتی صاحب پر اعتراض کرو۔ مولوی صاحب نے کہا۔ مفتی صاحب کا بیان میرے سامنے نہیں۔ میں اعتراض کس طرح کر سکتا ہوں۔ چیف منسٹر صاحب نے مفتی صاحب کی خود ہی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔ مفتی صاحب کہتے ہیں۔ اب جو شخص کسی نبی کے آنے کا قائل ہو۔ وہ کافر ہے۔ اس پر اعتراض کرو۔ مولوی صاحب نے اس پر مفتی صاحب سے پوچھا۔ کیا وہ اولیاء۔ ابدال۔ اور صوفیا جو مانتے آئے ہیں۔ کہ نبوت جاری ہے۔ وہ سب کافر تھے۔ اس پر بجائے اس کے کہ مفتی صاحب کوئی جواب دیتے چیف منسٹر صاحب نے کہا۔ یہ طے ہو چکا ہے۔ کہ قرآن سے بات پیش کی جائیگی سلف صالحین کا ذکر نہ ہوگا۔ احمدی مولوی صاحب نے کہا۔ بہت اچھا مفتی صاحب بتائیں۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ کہ جو کسی نبی کی آمد کا قائل ہو۔ وہ کافر ہے۔ اس پر چیف منسٹر صاحب نے پھر دخل دیکر کہا۔ یہ سوال نہیں۔ بلکہ کسی آیت سے ثابت کرو۔ کہ نبی آسکتا ہے۔ احمدی مولوی صاحب نے تین آیات قرآنی پیش کیں۔ مگر تینوں آیتوں کے متعلق چیف منسٹر صاحب انکار کا سر ہلاتے رہے۔ اور جب

مولوی صاحب آیات کی تشریح کرنے لگتے۔ تو انہیں روک دیتے۔ آخر مولوی صاحب نے کہا۔ مفتی صاحب قرآن میں نبوت کے بند ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ اس کا جواب بھی چیف منسٹر صاحب نے خود ہی دیا۔ اور وُہ یہ کہ ہم سُن چکے ہیں۔ مولوی صاحب نے جب کہا۔ کہ مجھے بھی سُن لینے دیا جائے۔ تو ایک آیت پیش کی گئی۔ لیکن جب مولوی صاحب اس کا صحیح مطلب بیان کرنے لگے۔ تو کہدیا گیا۔ اب بس کرو۔ اور چلے جاؤ ۔

یہ وُہ رویہ تھا۔ جو "دربارِ معلّٰی" میں ریاست کے چیف منسٹر صاحب نے ایک ایسے شخص کے معاملہ میں اختیار کیا۔ جو بے چارا سات سال سے مارا مارا پھر رہا ہے۔ جس کا گھر بار برباد ہو چکا ہے۔ جو نہایت عُسرت اور تنگدستی کا شکار ہو رہا ہے۔ اور جس کے حق میں اسی ریاست کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ اور چیف کورٹ کے فاضل جج صاحبان فیصلہ دے چکے ہیں ۔

مسندِ انصاف پر بیٹھنے والے کی کیا شان ہونی چاہیے

"دربارِ معلّٰی" میں مسندِ انصاف پر بیٹھنے والے چیف منسٹر کی شان کے شایاں تو یہ تھا۔ کہ وُہ بالکل غیر جانب دار ہو کر فریقین کو پوری طرح دلائل پیش کرنے کا موقعہ دیتا۔ خود اطمینان اور تسلّی سے انہیں سُنتا۔ اور پُوری طرح ان پر غور و خوض کرتا۔ اور پھر عدل و انصاف۔ قانون اور ضابطہ کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالےٰ اجس نتیجہ پر پہونچاتا۔ اس کا اعلان کر دیتا۔ کیونکہ انصاف کا مقام چھوٹے بڑے۔ امیر و غریب بیکس اور زور آور سب کے لئے مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن چیف منسٹر صاحب بہاولپور نے اول تو ریاست کے مفتی صاحب کو جن کی احمدیوں کے متعلق عداوت اور دُشمنی بالکل الم نشرح ہے۔ ارکانِ دربار کے سامنے احمدی کے خلاف دلائل پیش کرنے کے لئے طلب کیا۔ اور جب ان کے مقابلہ میں ایک احمدی عالم کو پیش کرنے کی درخواست دی گئی۔ تو اسے نامنظور کر دیا گیا۔ جب ریاست بہاول پور میں رہنے والا احمدیوں کا سب سے بڑا معاند مدعیہ کی طرف سے خود طلب کیا جا سکتا تھا۔ تو انصاف کا تقاضا یہ تھا۔ کہ مدعا علیہ کی طرف سے بھی کسی عالم کو سرکاری طور پر طلب کیا جاتا۔ یا مدعا علیہ اقل خود جو عالم چاہتا۔ اسے پیش کرنے کی اجازت دی جاتی۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ اور پھر جس عالم کو پیش ہونے کی بمشکل اجازت دی گئی۔ اسے بھی اپنے دلائل پوری طرح پیش کرنے کی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ اور چیف منسٹر صاحب بات بات میں دخل دے کر جانب دارانہ رویّہ کا اظہار کرتے رہے ۔

صدائے احتجاج

ان حالات میں ایک بالکل صاف اور واضح مقدمہ کو جس طرح الجھن میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ وُہ نہایت ہی افسوسناک ہے اور ہم بڑے زور کے ساتھ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اگلے پرچہ میں ہم انشاء اللہ بتائیں گے۔ کہ "دربارِ معلّٰی" نے مقدمہ

ان کا فیصلہ اپنی طرف سے تجویز پیش کرنے میں جو راہ اختیار کی ہے۔ اور اس کے ماتحت یہ مقدمہ جن حالات میں سے گزر رہا ہے۔ وہ عدل و انصاف کے کس قدر خلاف ہے ۔

ویدوں کے متعلق بے بنیاد دعوے

ویدوں کے متعلق آریوں کا ایک طرف تو دعوٰے ہے کہ یہ تمام سچائیوں کا بھنڈار ہیں۔ تمام دُنیا کی ہدایت کا باعث ہیں۔ اور تمام مذاہب کی مذہبی کتب سے بڑھ کر روحانی تعلیم کے حامل ہیں۔ اور دُوسری طرف وُہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ

"آریہ سماج کا مکھیہ ادیش ہے۔ کہ وُہ ہر فرد بشر تک وید کا پیغام پہونچائے!" (ریفارمر ۲۲ - مئی)

لیکن حالت یہ ہے۔ کہ شائد ہزار میں سے کوئی ایک آریہ ایسا ملے۔ جس نے ویدوں کی شکل دیکھی ہو۔ اور ویدوں کی تعلیم سے براہ راست واقفیت حاصل کرنے والا تو ممکن ہے۔ لاکھوں میں سے کوئی ایک آدھ ہی ہو۔ جب ویدوں کے متعلق آریوں کی اپنی واقفیت کا یہ حال ہے۔ تو ہر فرد بشر تک ویدوں کا پیغام پہونچانے کی حقیقت ظاہر ہے۔ اور بات تو یہ ہے۔ کہ آریہ خود نہیں چاہتے۔ کہ وید دُنیا کے سامنے آئیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ آج تک۔ ایک فرقہ بھی ان کی طرف سے کسی ملکی زبان میں ترجمہ شائع نہیں ہوا۔ اور نہ ترجمہ شائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس وقت تک بعض لوگوں نے جو ترجمے شائع کئے ہیں۔ انہیں ویدوں کے واحد اجارہ دار آریہ صاحبان مستند قرار نہیں دیتے۔ اور خود کوئی ترجمہ شائع نہیں کرتے۔ جس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ویدوں کی تعلیم کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتے۔ انہیں چاہیے۔ یا تو ویدوں کے متعلق بے سر و پا دعوؤں سے دست بردار ہو جائیں۔ یا پھر جلد سے جلد ان کا ترجمہ شائع کر کے انہیں پایۂ ثبوت تک پہونچائیں ۔

آریہ اچھوتوں کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتے ہیں

اچھوتوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے جماعت احمدیہ چونکہ خاص طور پر دلچسپی لے رہی۔ اور اس لئے لے رہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی اس مخلوق کو جس کا سوائے اس کے کوئی گناہ نہیں۔ کہ وُہ اپنی بدقسمتی سے ہندوؤں کے ہتھے چڑھ گئی۔ اور انہوں نے اس پر جابرانہ و ظالمانہ قابو پا لیا۔ ذلت و ادبار کی حالت سے نکال کر اپنے مساوی درجہ پر لایا جائے۔ دُوسرے انسانوں کی طرح معزز بنایا جائے۔ اس لئے آریوں کی نگاہ میں خار کی طرح کھٹکتی ہے۔ اور وُہ ایک طرف تو اچھوتوں کو اس کے خلاف اشتعال دلانے کی بیہودہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہندوؤں کو اکسانے رہتے ہیں۔ چنانچہ ۳ - جولائی کا "پرکاش" "اچھوت ہندو دل پر چھاپہ" کے عنوان سے لکھتا ہے :-

"تبلیغی مسلمانوں خصوصاً احمدیوں کی نظر اچھوتوں پر ہے وُہ ان کو اپنے دھرم سے ترپت کر کے مسلمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اس کے لئے مختلف تدابیر سوچتے رہتے ہیں۔ اور عمل میں لاتے رہتے ہیں" ۔

ہم جب کہ اسلام کو اپنی دینی اور دنیوی ترقی کا موجب سمجھتے ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے۔ اور انسانیت اور شرافت ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ وُہ لوگ جنہیں ہندوؤں نے اچھوت کہکر درجۂ انسانیت سے ہی نہیں گرا رکھا۔ بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر بنا رکھا ہے۔ انہیں اسلامی تعلیم اور اسلامی مساوات سے آگاہ کریں۔ اور جب وُہ غور و خوض کے بعد اسلام میں اپنی روحانی اور جسمانی تکالیف کا ازالہ دیکھیں۔ تو اسے قبول کریں۔ اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ لیکن آریہ سماجی عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ ایک طرف تو انہیں یہ گوارا نہیں۔ کہ جماعت احمدیہ اچھوتوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے جد و جہد کرے۔ اور دوسری طرف باوجود انہیں ہندو کہنے کے ان کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کرنے کے روادار نہیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی یہ خیال بھی دل میں لائے۔ تو اس کا ناطقہ بند کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ آریوں کے اپنے گھر سے بھی یہی آواز آ رہی ہے۔ چنانچہ اخبار "آریہ ویر" (۲۲ - مئی) لکھتا ہے :-

"لاہور میں آریہ سوراجیہ سبھا نام کی ایک سوسائٹی ہے۔ نام سے جان پڑتا ہے۔ کہ وُہ آریوں کے لئے سوراجیہ لینا چاہتی ہے۔ اچھوت۔ دلت اور شودر چونکہ آریہ نہیں ہیں اس لئے اس سبھا کے سوراجیہ یا رام راجیہ میں ان اناریوں کا کوئی استھان نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ اگر کوئی بھولا بھٹکا شخص ان دلت بھائیوں کے لئے آتم ترنے اور سوتنترتا کی پکار کرتا ہے۔ تو یہ آریہ سوراجیہ سبھا جھٹ اس کا گلا دبانے کو تیار رہتی ہے۔ اور اس پر دیش دروہی اور غدار ہونے کا فتویٰ لگا دیتی ہے" ۔

آریوں کے اس طریق عمل سے ظاہر ہے۔ کہ وُہ اچھوتوں کی ترقی کے لئے نہ تو خود کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اور نہ کسی کو کرنے دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ اچھوت پہلے کی طرح ہی ان کی محکومی و غلامی میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اچھوتوں میں کافی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ اور وُہ اپنے متعلق دوست و دشمن کی کوششوں میں امتیاز کرنے کا ملکہ حاصل کر رہے ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ملک سے فتنہ و فساد کی روح کو کچلنے کی ضرورت

ہر احمدی قیام امن کیلئے جدوجہد کرے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ یکم جولائی سنہ ۱۹۳۲ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ مجھے جمعہ کی نماز کے معاً بعد اپنی آنکھوں کا معائنہ کرانے کے لئے راولپنڈی جانا ہے۔ اس لئے میں جمعہ اور عصر کی نماز آج جمع کراؤں گا۔ امارت کا سلسلہ جس طرح پہلے ڈلہوزی کے سفر میں تھا۔ اسی طرح رہیگا۔ یعنی مولوی سید سرور شاہ صاحب مقامی جماعت کے امیر ہوں گے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ پھر اگلے جمعہ سے پہلے لاہور سے ہوتے ہوئے جہاں کشمیر کمیٹی کا جلسہ ہے۔ قادیان پہنچ جاؤں گا اور اگلا جمعہ میں انشاء اللہ خود پڑھاؤں گا۔

میری صحت

تو اسیات کی اجازت نہیں دیتی۔ کہ میں پہاڑ سے جو ٹھنڈی جگہ تھی۔ گرمی میں آکر کوئی طویل خطبہ پڑھوں۔ اور

بیماری کے اثرات

جو ابھی تک باقی ہیں۔ اس ارادہ میں حائل ہیں۔ رات کے وقت تھوڑی ہی دیر سونے کے بعد میں جس کروٹ بھی لیٹتا درد سے بے تاب ہو جاتا چنانچہ رات کا اکثر حصہ میں نے جاگتے اور کروٹیں بدلتے کاٹا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں جس مضمون کے متعلق آج میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے زیادہ دیر مضر ہوگی۔ اور

بنی نوع انسان کے حقوق

کی حفاظت جو میرے ذمہ ہے۔ اس کے لحاظ سے میرا فرض ہے کہ میں اپنے خیالات جلد ظاہر کر دوں۔

میں نے متواتر اپنی جماعت کے دوستوں کو اس بات سے آگاہ کیا ہے۔ کہ دنیا میں تمام چیزیں

مذہبی یا غیر مذہبی

نہیں ہوتیں۔ اور تمام چیزیں دینی یا دنیوی نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کے درمیان بھی مدارج ہیں۔ جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان مدارج پر اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بعض دینی باتیں ایسی ہیں۔ کہ وہ ایک رنگ میں دنیاوی ہو جاتی ہیں۔ اور بعض دنیاوی باتیں ایسی ہیں۔ جو اپنے اندر

دین کا ایک رنگ

رکھتی ہیں۔ اسلام نے اس مدارج کے تنوع کو۔ اس مدارج کے اختلاف کو اور اس مدارج کے وسیع دائرہ کو اس قدر کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ کہ اگر ہم صرف اسلام کی اس خوبی کو ہی لے کر کھڑے ہو جائیں۔ تو

کوئی غیر مذہب والا

اس خوبی کے لحاظ سے ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ اور درحقیقت کسی چیز سے واقف آدمی جس عمدگی سے اس کی خوبی سے آگاہ ہوتا ہے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ملک میں

ایک مثل

مشہور ہے۔ کہ کوئی شخص بھوکا تھا۔ اسے معلوم ہوا۔ کہ برہمنوں کی کسی جگہ دعوت ہے۔ وہ تھا تو مسلمان۔ لیکن اس نے برہمنوں کی ذاتوں کے کچھ نام سنے ہوئے تھے۔

بھوک کی شدت

کی وجہ سے کفر اس کے ایمان پر غالب آگیا۔ اور اس نے خیال کیا۔ چلو برہمن بنکر ہی اس وقت کھانا کھا لیں۔ وہ یہ سوچکر کھانا کھانے چلا گیا۔ لوگوں نے جب اس سے پوچھا۔ کہ تم کون ہوتے ہو۔ تو چونکہ اسے معلوم تھا۔ کہ یہاں کن لوگوں کی دعوت ہے۔ کہنے لگا برہمن۔ انہوں نے پوچھا کون برہمن۔ کہنے لگا گوڑ برہمن یہ بھی اس نے کہیں سے سنا ہوا تھا۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ کہ کونسی گوت میں سے ہو۔ کہنے لگا۔ کہیں گوت در گوت بھی ہوتا ہے۔ وہ فوراً سمجھ گئے۔ کہ یہ

بناوٹی برہمن

ہے۔ انہوں نے اسے مار پیٹ کر باہر نکال دیا۔ تو ناواقف آدمی ایک چیز کو بالکل سرسری نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن واقف آدمی اس کی باریکیوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ ایک انگریز کے نزدیک آم صرف ایک پھل ہے۔ جو کھانے کے کام آتا ہے۔ اس سے بڑھکر اس کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن اس سے زیادہ واقفیت رکھنے والا جانتا ہے۔ کہ فلاں مقام میں کس قسم کا آم ہوتا ہے۔ اور فلاں مقام میں کیسا۔ وہ لمبی اور چھوٹی گٹھلیوں والے آموں کی اقسام بتائیگا۔ لیکن اگر ایک باغبان سے پوچھو۔ تو وہ

آم کی بیسیوں اقسام

گنتا چلا جائیگا۔ اور ایک فن زراعت کا ماہر اس سے بھی باریک باتیں بیان کر سکیگا۔ غرض کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز لے لو۔ اس میں بھی باریکیاں نکلتی آئیں گی۔ اور اس کی بھی اقسام ذرا ملم ہوتی چلی جائیں گی۔ اور یہ بات

علم کی ترقی

سے وابستہ ہے۔ جوں جوں علم بڑھتا جائے۔ اسی نسبت سے کسی چیز کی اقسام بھی معلوم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک چاولوں کا تاجر جتنی چاولوں کی اقسام بیان کریگا۔ گھروں میں کھانے اور پکانے والے بیان نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح گیہوں کی جس قدر اقسام ہیں۔ اگر انہیں ہی بیان کرنا شروع کر دیا جائے۔ تو کھانے والے سن کر حیران ہو جائیں گے۔ غرض چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لیکر بڑی سے بڑی چیز تک کی یہی حالت ہے۔ چیونٹی کو دیکھو تو اس کی بہت سی اقسام ہوں گی۔ مٹی کا ذرہ لے لو۔ تو اس کے بھی بہت سے اجزاء ہوں گے۔ حالانکہ عام لوگوں کے نزدیک وہ ایک ذرہ ہی ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی

انسانی جسم کی بناوٹ

کو ہی دیکھ لو۔ علم الابدان کے واقف اس کی کتنی باریکیاں بیان کرتے ہیں۔ ہڈیوں کی اقسام مختلف جوڑوں کا تناسب۔ خون میں

امتیاز۔ یہ سب باتیں وہ بیان کرتے ہیں۔ اور اب تو یہاں تک اس علم نے ترقی کی ہے۔ کہ

ماہرین فن

جسم سے خون لے کر بتا دیتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کا فلاں بیٹا ہے یا نہیں۔ کیونکہ خون کی اقسام ہیں۔ جن سے جسم کے اعضاء بنتے ہیں۔ اور ماہرین ان کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ اس شخص میں اس قسم کا خون موجود ہے یا نہیں۔ چنانچہ جرمنی میں پچھلے ایام میں

ایک ریاست کا فیصلہ

اسی علم کے رُو سے ہوا۔ باپ کہتا۔ کہ فلاں میرا بیٹا نہیں۔ آخر جب بیٹا بننے والے کا خون دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کے اندر خون کی ایک ایسی قسم تھی۔ جو اس نسل کے خون میں پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس میں سے وہ شخص تھا۔ جسے باپ کہا جاتا تھا۔ گورنمنٹ نے اس فیصلہ کو قائم رکھا۔ اور قرار دیا۔ کہ یہ اس کا بیٹا نہیں ہے

غرض اللہ تعالےٰ نے دنیا کی چیزوں میں عظیم الشان تنوع پیدا کی ہے۔ اور قرآن مجید میں اس کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ

ہر چیز کی مختلف اقسام

ہوتی ہیں۔ مگر ان اقسام کے متعلق دیگر مذاہب بالکل خاموش ہیں اور اگر ہم اسلام کی ان تشریحات کو بیان کرنا شروع کر دیں۔ تو اسی کے ماتحت

اسلام کی عظیم الشان فضیلت

ظاہر ہو سکتی ہے۔ مگر عام لوگ اس حقیقت سے آنکھ بند کرتے ہوئے صرف دین اور دنیا۔ کے دو لفظ اپنے سامنے رکھتے ہیں وہ ہر چیز کو یا تو دینی کہدیں گے یا دنیوی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ باوجود دینی ہونے کے ایک چیز دنیوی ہو سکتی ہے۔ اور ایک چیز دنیوی دائرہ کے اندر ہوتے ہوئے دینی بن جاتی ہے۔ مگر ایک ماہر فن اور

روحانی عارف

ہی ان باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ ناواقف آدمی ایسے مقامات پر دھوکا کھا جاتا ہے۔ بسا اوقات حد سے زیادہ ایک دینی حکم کے قشر کی طرف چلے جانا اسے دنیاوی کام بنا دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اگر ایک دنیاوی کام کو دینی نظر سے دیکھیں۔ تو وہ دین کا کام نظر آتا ہے

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک مسلمان رئیس کسی طبی مشورہ کے لئے میرے پاس آئے۔ میرا ایک عزیز بھی پاس بیٹھا تھا۔ اس رئیس کا پاجامہ ذرا نیچے ڈھلکا ہوا تھا۔ یا نسبتاً سے ذرا لمبا تھا۔ بہرحال اس پاجامے سے ٹخنے چھپے ہوئے تھے۔ چونکہ احادیث میں آتا ہے کہ پاجامہ اس طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ جو ٹخنوں سے نیچے ہو جس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ عرب میں بعض لوگ اپنی امارت جتانے کے لئے ایسا کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں کپڑا کم ہوتا تھا۔ اس لئے غرباء پر اپنی بڑائی جتانے کے لئے امیر لوگ کپڑا لٹکا کر چلا کرتے تھے اور چونکہ یہ

کبر اور خیلاء کی علامت

تھی۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے روکدیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ میرے اس عزیز نے مسواک لی۔ اور اس رئیس کے ٹخنوں پر مار کر کہا۔ یہ حصہ تمہارا دوزخ میں جائیگا اس شخص کے دل میں نہ اسلام تھا اور نہ اسلام کی محبت باقی تھی صرف ایک نام اسے حاصل تھا۔ اور امید کی جا سکتی تھی۔ کہ کسی وقت اس نام کی وجہ سے ہی

اسلام کے متعلق ورثہ کی محبت

اس پر غالب آجائے۔ اور وہ حقیقی مسلمان بن سکے۔ مگر جب ایک بھری مجلس میں اس کے ساتھ ایسا سلوک ہوا۔ تو اس نے کہدیا۔ کس بیوقوف نے تمہیں بتایا ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ نتیجہ تھا اس تقشر کا اس ظاہری چیز کی طرف مائل ہو جانے کا جسے مسواک مارنے والے نے اسلام سمجھ رکھا تھا۔ بظاہر اس کا یہ دینی فعل تھا۔ مگر یہ دین کا نہ رہا۔ بلکہ دنیا کا بن گیا۔ کیونکہ قشر دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ دین سے تعلق رکھنے والی چیز مغز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان

نماز میں ظاہری حرکات

کی حد سے زیادہ پابندی کرتا ہے۔ اور خلوص اور محبت الٰہی کو نظر انداز کر کے ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے۔ کہ اس کی کمر اتنی جھکنی چاہیئے اس کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں ذرا بھی ادھر اُدھر نہ ہوں۔ اور وہ اسی ادھیڑ بن میں اپنا وقت گزار دیتا ہے۔ تو اس کی نماز دینی کام نہ رہا۔ بلکہ دنیا کا کام بن گیا۔ ایسا شخص جب نماز پڑھ رہا ہو۔ تو بظاہر دینی فعل کر رہا ہو گا۔ مگر دراصل وہ اپنا تمام وقت دنیا کے کام میں صرف کر رہا ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص جو بظاہر دنیا کا کام کر رہا ہو لیکن اس کے مدنظر خدا تعالےٰ کی رضاء ہو۔ اس کا کام دین میں شمار ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ

صوفیاء کا مشہور مقولہ

ہے۔ مومن کی یہ حالت ہونی چاہیئے۔ کہ دست در کار و دل بایار۔ ایسا انسان بظاہر تجارت کر رہا ہوتا ہے۔ یا صنعت و حرفت کا کام کر رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کا سودا کرنا بھی خدا کی محبت کو ابھارنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کا تجارت کرنا بھی

اللہ تعالیٰ کی رضاء

کو کھینچتا ہے۔

سید عبد القادر صاحب جیلانی کے متعلق لکھا ہے۔ وہ ہمیشہ نہایت فاخرہ لباس پہنا کرتے اور اچھے سے اچھا کھانا کھایا کرتے ان پر کسی نے اعتراض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو اس وقت تک کپڑا نہیں پہنتا۔ جب تک خدا مجھے نہیں کہتا۔ اے عبد القادر تجھے میری ہی ذات کی قسم فلاں قسم کا کپڑا پہن۔ اور میں نہیں کھاتا۔ جب تک خدا تعالےٰ مجھے نہیں کہتا۔ اے عبد القادر تجھے میری ہی ذات کی قسم فلاں قسم کا کھانا کھا۔ اب وہی لباس اور وہی کھانا جو ایک دوسرے انسان کے لئے دنیا ہے۔

سید عبد القادر صاحب جیلانی

کے لئے دین بن گیا۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ نے کسی کام کے لئے کہے کہ ایسا کر۔ تو وہ دین نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ اگر ایک شخص نماز اس لئے پڑھتا ہے۔ کہ اس کے دوست کہتے ہیں۔ کہ تو نماز پڑھا کر یا یہ کہ اگر اس نے نماز نہ پڑھی۔ تو لوگ اعتراض کریں گے کہ تو بے نماز ہے۔ تو وہ نماز پڑھ کر

دنیا کماتا ہے

اور دین حاصل نہیں کرتا۔ اسی طرح میں نے دیکھا ہے۔ لوگ حج کو جاتے ہیں۔ مگر اکثر اس لئے جاتے ہیں۔ کہ حاجی کہلائیں۔ اور لوگ ان سے خوش ہو جائیں۔ ایسے لوگ بھی

دین کا کام کر کے دنیا کماتے

اور دین سے دور ہو جاتے ہیں۔

میں جب حج کو گیا۔ تو میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ

منیٰ کو جاتے ہوئے

جب خصوصیت سے اس بات کا حکم ہے۔ کہ تسبیح و تحمید کی جائے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو۔ اور عام باتیں نہ کی جائیں۔ نہایت ہی گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جا رہا تھا۔ اتفاق سے آتے وقت ہم جہاز میں اکٹھے ہو گئے۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ میں حج کے لئے نہیں آیا تھا۔ مجھے تو میرے باپ نے مجبور کر کے یہاں بھیج دیا۔ وجہ یہ کہ ہمارے ارد گرد کے جسقدر دوکاندار ہیں۔ وہ سب حاجی بن گئے ہیں۔ اور لوگ ان سے زیادہ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ میرے باپ نے مجھے بھیجا۔ کہ میں بھی حاجی بن جاؤں۔ تا لوگ ہمارے ہاں سے مال خریدیں۔ اس شخص کی اخلاقی حالت یہاں تک گری ہوئی تھی کہ ایک نابینا شخص نے چالیس روپے اس کے پاس امانت رکھے۔ مگر وہ کھا گیا۔ حالانکہ وہ مالدار تھا۔ اور جو حالات اس نے بیان کئے ان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لکھ پتی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ ایک اندھے کے

چالیس روپیہ امانت کے

کھا گیا۔ اور اسے کچھ بھی حیا نہ آئی۔ بلکہ اپنے آپ کو ایسا دیندار سمجھتا تھا۔ کہ جب اسے پتہ لگا۔ کہ میں کون ہوں۔ اور کہاں کا رہنے والا ہوں۔ تو ایک دن جبکہ میں تختہ جہاز پر ٹہل رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر اونچی آواز سے کہنے لگا۔ میں حیران ہوں۔ ایسا شخص اس جہاز پر ٹہل رہا ہے۔ اور پھر بھی یہ جہاز غرق نہیں ہوتا مجھے اس کی اس بات پر ہنسی آئی۔ اور میں نے دل میں کہا۔ کہ آخر یہ خود بھی تو اسی جہاز پر ٹہل رہا ہے۔ غرض ایسا حج اگرچہ بظاہر دین کا کام دکھائی دیتا ہے

مگر یہ دین کا نہیں۔ بلکہ دنیا کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض دنیاوی کام ہوتے ہیں۔ کہ وہ ایک وقت میں دینی ہو جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بیمار ہوئے۔ آپ کو بخار اور سخت کھانسی کی تکلیف تھی۔ اس قدر کھانسی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے یہ سنکر اعلان کر دیا۔ کہ ان کو سل ہو گئی ہے۔ اور یہ اسی مرض سے فوت ہوں گے۔ عبدالحکیم کا چونکہ

شیطان سے تعلق

تھا۔ اور شیطان کا کام ہی یہ ہے۔ کہ وہ جھوٹی خبریں دیا کرتا ہے اور وہ بھی واقعہ کے بعد۔ اسی لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیمار ہوئے شدید کھانسی اور بخار کی تکلیف ہوئی۔ یہ خبر سن کر عبدالحکیم نے اعلان کر دیا۔ کہ ان کو سل ہو گئی ہے غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت کھانسی تھی۔ اور چونکہ دوائی میں پلایا کرتا تھا۔ اس لئے مجھے آپ کی حالت معلوم ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن کوئی دوست آئے۔ اور کچھ پھل بطور تحفہ لائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا پھل ہے۔ میں نے عرض کیا کیلا ہے۔ اور سنگترہ یا کوئی اور چیز جو اس وقت مجھے یاد نہیں رہی لیکن وہ

نزلہ پیدا کرنے والی ترش چیز

تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ لاؤ مجھے کھانے کے لئے دو۔ میں چونکہ دوائی پلایا کرتا تھا۔ اس لئے میں اپنے آپ کو ڈاکٹری کا ماہر خیال کرتا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ کو سخت کھانسی ہے۔ اور یہ چیزیں کھانسی میں مضر ہوتی ہیں۔ اس لئے آپ نہ کھائیں۔ مگر آپ مسکرائے اور فرمایا۔ نہیں میں کھانا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی اور موقعہ ہوتا۔ تو میں نہ مانتا مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد تھا۔ اس لئے میں نے پھل پیش کر دیا۔ اور آپ کھانے لگے۔ میں ولیں کڑھتا کہ اب آپ کو کھانسی کی زیادہ تکلیف ہو جائے گی۔ مگر آپ کھاتے جاتے اور مسکراتے جاتے۔ جب کھا چکے۔ تو فرمایا۔ مجھے ابھی کھانسی کے دور ہونے کے متعلق الہام ہوا تھا۔ چونکہ الہام یہ بتاتا تھا۔ کہ اب کھانسی جاتی رہی ہے۔ اس لئے اس وقت پرہیز کرنا اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف ہوتا۔ اب دیکھو وہی پھل جو عام انسان کے لئے کھانا دینا ہے۔ اور وہی پھل جس کا نزلہ اور کھانسی کے مریض کے لئے کھانا منع ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے

ثواب کا موجب

بن گیا۔ اور ہمارے لئے ایمان کی ترقی کا باعث ہوا۔ غرض یہ ایک عام جہالت ہے۔ جو اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ کہ وہ دین اور دنیا کے کاموں کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ

ہماری جماعت کے بعض لوگ

بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ محض الفاظ ہوتے ہیں۔ کہ یہ کام دین کا ہے۔ اور یہ دنیا کا۔ اور وہ اس امر کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ ساری دینی چیزیں ایک وقت میں دنیاوی بن جاتی ہیں اور ساری دنیاوی چیزیں ایک میں دینی ہو سکتی ہیں

حالات کے مطابق

ان باتوں میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اور پھر ان کی بھی آگے اقسام ہیں۔ اور ان اقسام کی آگے اقسام ہیں۔ اور انہی کے صحیح طور پر جاننے کا نام عرفان ہے۔ یہی چیزیں جن کو عام لوگ نہیں سمجھتے جب ایک انسان ان پر غور کرتا اور سمجھ لیتا ہے۔ تو وہ عارف بن جاتا ہے۔ ابھی جب ہم ڈلہوزی سے آ رہے تھے۔ مفتی صاحب میرے ساتھ تھے۔ کوئی بات انہوں نے نجات کے متعلق کہی۔ میں نے کہا۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ عرفان کے ساتھ ہی

نجات کا مفہوم

بھی بدلتا جاتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر الٰہی صفات کے مطابق ہم حقیقی نجات کی تفصیلات کو بیان کرنا شروع کریں۔ تو کئی اپنے آدمی بھی ہمیں

ملحد اور کافر

کہنے لگ جائیں لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ صفات الٰہیہ کے ماتحت ہم جو نجات کا مفہوم دیکھتے ہیں۔ وہ بالکل مختلف ہے اس سے۔ جو عام لوگ سمجھ رہے ہیں۔ عام آدمی صرف اتنا ہی دیکھتے ہیں۔ کہ میں فلاں پارٹی میں ہوں اور دوسرا شخص فلاں پارٹی میں۔ پس میرا جنت حاصل کرنے کا حق ہے لیکن دوسرا دوزخ میں جائیگا۔ حالانکہ اگر ہم اس امر کو

صفات الٰہیہ کے ماتحت

دیکھیں۔ تو بسا اوقات جسے کوئی دوزخ کا اہل قرار دے رہا ہوگا جنت کا وارث ہو جائیگا۔ اور جنت کا اپنے آپ کو حقدار سمجھنے والا دوزخ میں گر جائیگا۔ اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ لیکن کئی نادان ایسے ہوں گے۔ کہ اگر میں اس کی مزید تشریح کروں۔ تو وہ کہیں گے۔ اس میں کچھ

الحاد کا رنگ

پایا جاتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت ان کا ایسا کہنا اس بات کا نتیجہ ہوگا کہ انہیں خدا تعالےٰ کی صفات پر نگاہ دوڑانے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور مجھے خدا تعالیٰ کی مختلف صفات دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ پس وہ ایمان دار تو کہلائیں گے۔ لیکن ان میں اور مجھ میں وہی فرق ہوگا۔ جو

بینا اور نابینا

میں ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے نیکیوں اور بدیوں کی اتنی اقسام ہیں۔ اور حالات کے مطابق جو ان میں تغیر ہوتا ہے۔ وہ اتنا وسیع ہے۔ کہ بسا اوقات جسکو ہم نیکی سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ بدی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات جسکو بدی سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ نیکی ہوتی ہے۔ کئی بے وقوف ایسے ہیں جو اب بھی کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات کہ آپ اچھے کپڑے پہن لیتے۔ اور اچھا کھانا کھا لیا کرتے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس اعتراض کا حل بڑا مشکل ہے۔ حالانکہ یہ محض جہالت کی بات ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک کے لئے جو چیز بدی ہوتی ہے۔ دوسرے کے لئے نیکی ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ فلاں کے ہاتھ میں میں

کسریٰ کے کنگن

دیکھتا ہوں۔ اور جس کے متعلق آپ نے یہ فرمایا۔ وہ عورت نہیں۔ بلکہ مرد تھا۔ اور مردوں کے لئے کنگن پہننا ناجائز ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ایسا دیکھا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ریشمی جبہ

دیا۔ آپ اسے پہن کر مجلس میں آئے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو آپکا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ یہ کیا کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ نے ہی تو مجھے یہ ریشمی جبہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا دینے کے یہ معنے تو نہیں تھے۔ کہ خود پہن لو۔ اب دیکھو۔ وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو یا تو ریشم کا جبہ پہننے پر ناراض ہوتے ہیں۔ یا یہ فرماتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کے ہاتھ میں میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں۔ آخر ایک زمانہ آیا۔ کہ کسریٰ کی حکومت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اور کسریٰ کے کنگن مال غنیمت میں آئے اس وقت وہی عمرؓ جو ریشم کا جبہ پہننے پر زجر کھا چکے تھے۔ اس شخص کو بلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ یہ کنگن پہن لے۔ وہ صحابی پروٹسٹ کرتا اور کہتا ہے۔

مردوں کے لئے کنگن پہننا ناجائز ہے

مگر آپ کہتے ہیں۔ میں جائز ناجائز نہیں جانتا۔ انہیں پہنو۔ ورنہ میں کوڑے ماروں گا۔ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہارے متعلق سنا ہے۔ کہ آپ نے تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھے آخر اسے کنگن پہنائے گئے۔ غرض وہی کنگن جو میرے اور تمہارے ہاتھ میں گناہ بن جاتے ہیں۔ اس صحابی کے ہاتھ میں ثواب کا موجب ہو گئے۔ پس

عارف انسان

وہی ہوتا ہے۔ جو ہر چیز کی حقیقت سمجھ کر اس کے مطابق سوچتا اور عمل کرتا ہے۔ اور انسان اور جانور میں یہی فرق ہے۔ کہ انسان موقعہ اور محل دیکھ کر کام کرتا ہے۔ مگر جانور کے لئے ایک راستہ مقرر ہے۔ جس پر وہ بلا سوچے سمجھے چلا جاتا ہے۔

میں نے پچھلے دنوں جب

تشحیذ کا کام

شروع کیا۔ تو کئی اپنی جماعت کے لوگ کہتے۔ یہ دنیا کا کام ہے اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ اگر ان لوگوں کی بینائی ہوتی۔ تو وہ سمجھتے۔ کہ یہ دنیا کا کام نہیں۔ بلکہ دین کا کام ہے۔ اسی طرح کئی اور ایسے کام ہیں۔ جو دنیا کے نظر آتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ دین کے ہیں۔ اور جب میں ان میں دخل دوں۔ تو بعضوں کو ٹھوکر لگ جاتی ہے

مگر میں ایسے موقعوں پر ان کی ٹھوکر کی پرواہ نہیں کیا کرتا کیونکہ ہم کسی کے اعتراض کر دینے سے سچائی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اگرچہ اس وقت میرے ذہن میں کئی ضروری باتیں ہیں۔ مگر میں دوستوں کو ایک خاص بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بہت توجہ دلائی ہے۔ مگر کئی دوست ایسے ہیں کہ وہ اسے بھی دنیا کا کام خیال کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر پر بہت ہی زور دیا ہے اور اتنا زور دیا ہے کہ اسے بڑھا کر تادین کی باتوں پر عمل کرنے کے برابر قرار دے دیا گیا ہے کہ ملک سے

فتنہ و فساد کی روح کو مٹانا

اور امن شکن تحریکات کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فخر یہ لکھا ہے کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں میں نے گورنمنٹ کی تائید نہ کی ہو۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں نے غیروں سے نہیں بلکہ احمدیوں کو یہ کہتے سنا ہے میں انہیں احمدی ہی کہونگا کیونکہ نابینا بھی آخر انسان ہی کہلاتا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی تحریریں پڑھکر شرم آجاتی ہے۔ انہیں شرم کیوں آتی ہے اس لئے کہ ان کی اندر کی آنکھ نہیں کھلی۔ اگر ان کی

اندرونی آنکھ

کھلی ہوتی تو وہ سوچتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تائید کے بدلہ میں انگریزوں سے کیا حاصل کیا۔ دنیا میں جو شخص کوئی تعلیم دیتا یا کسی کی تائید کرتا ہے۔ تو وہ عموماً کسی فائدے کیلئے ہی کرتا ہے یا کوئی بات اس لئے بری اور شرم والی کہلا سکتی ہے کہ اس میں ہمارا ذاتی فائدہ ہو۔ مگر کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس کے بدلہ میں گورنمنٹ سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بجائے کوئی فائدہ اٹھانے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تمام زندگی میں

گورنمنٹ سے تکلیفیں

اٹھاتے رہے۔ کبھی مقدمات آپ پر دائر رہے کبھی مکانات کی تلاشیاں ہوئیں کبھی پولیس والے آموجود ہوتے کبھی کوئی شاخسانہ کھڑا کر دیا جاتا اور کبھی کوئی اور اسی طرح ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی حکومت سے تکلیف اٹھاتے رہے مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور باوجود اس کے جیسا آپ کو تکلیفیں دی جاتی رہیں۔ آپ ہمیشہ ملک میں فساد کو روکنے اور

امن شکن تحریکات

کو کچلنے کی تعلیم دیتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب جاکر انگریزوں میں ایک شخص پیدا ہوا وہ

پہلا شخص

تھا جس نے انگریزوں میں سے محسوس کیا کہ احمدیہ جماعت پر اس کی عظیم الشان خدمات کے باوجود بے انتہا ظلم کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اسے بھی زیادہ دیر زندہ رہنا نصیب نہ ہوا۔ وہ سابق گورنر پنجاب

سر ڈینزل ایبٹسن

تھے۔ ان سے پہلے ہر احمدی کو باغی سمجھا جاتا رہا اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ لوگ حکومت کا باغی سمجھتے رہے گو ظاہر میں ایسا نہیں کہتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انگریز پہلے یہی خیال کرتے تھے کہ احمدیہ جماعت

باغیوں کا گروہ

ہے اور یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گو ظاہر میں گورنمنٹ برطانیہ سے وفاداری کا اظہار کرتے ہیں مگر درپردہ حکومت کے خلاف ہیں۔ سر ڈینزل ایبٹسن جب گورنر ہوئے تو انہوں نے کہا۔ افسوس ہے کہ وہ جماعت جو سب سے زیادہ گورنمنٹ کی وفادار تھی اس پر سب سے زیادہ ظلم کیا گیا۔ اور چونکہ وہ بیماری میں ہی گورنر ہوئے تھے اس لئے کہنے لگے۔ اگر خدا نے مجھے زندگی دی۔ تو میں اس

ظلم کے ازالہ کی کوشش

کرونگا۔ لیکن وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور جلدی ہی فوت ہو گئے تو اس لحاظ سے کہ انہوں نے ان مظالم کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوئے محسوس کیا ہمارے دل میں ان کی عزت بہت سے گورنروں وائسرائوں بلکہ کئی

بادشاہوں سے بھی زیادہ

ہے اور ہم ان کا بہت زیادہ ادب اور احترام کرتے ہیں پس اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گورنمنٹ ذرہ بھر بھی فائدہ نہ ہوا پھر بھی آپ نے گورنمنٹ کی تائید کی اور اپنی ہر کتاب میں اس کا ذکر کیا۔ اس میں شبہ نہیں حالات کے بدلنے سے بعض تبدیلیاں بھی ہو جاتی ہیں اور میں اس امر کا قائل ہوں۔ مگر دنیا میں کبھی اصول نہیں بدلا کرتے۔ جب ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو جب لوٹ مار اور قتل کے واقعات ہو رہے ہوں اور جب بے گناہوں پر

بلا وجہ گولیاں

چلائی جاتی اور دہشت انگیزی کے حادثات رونما ہوتے ہوں۔ اس وقت ہر مومن کا کام ہے۔ کہ وہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے کھڑا ہو اور وہ اس وقت تک چین نہ لے جب تک ایسی امن شکن تحریکات کا کلی طور پر سدباب نہ ہو جائے گذشتہ سالوں میں جب

کانگریس کی تحریک

زوروں پر تھی اس وقت میں نے اپنی جماعت کے دوستوں سے کہا تھا کہ وہ اس تحریک کا مقابلہ کریں اور یہ میں نے اسی لئے کہا تھا کہ میرے نزدیک ملک کا امن نہایت ضروری چیز ہے اور فتنہ و فساد کو مٹانا مومنوں کا فرض ہے۔ اسی طرح جیسا میں نے بعض سیاسی معاملات میں دخل دینا شروع کیا تو اس لئے نہیں کہ وہ سیاسی تھے بلکہ اس لئے کہ میں انہیں

دین کا جزو

سمجھتا تھا۔ میں نے دیکھا جب میں نے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا تو جماعت کے کئی دوست بھی اس پر معترض ہوئے۔ اور بعض دوسرے لوگ خیال کرتے تھے کہ مجھے سیاسیات سے واقفیت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مجھے یاد ہے چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے ایک دوست کے متعلق سنایا کہ وہ اب تو احمدی ہو چکے ہیں لیکن اس وقت غیر احمدی تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ میں نے بھی سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے تو کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھ سکتا

ریل سے بارہ میل فاصلہ

پر رہنے والا ایک شخص سیاسیات سے واقف ہی کس طرح ہو سکتا ہے (اس وقت قادیان میں ریل نہ آئی تھی۔) لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنے تو علیحدہ رہے غیر بھی اس امر کو محسوس کر رہے ہیں کہ

میں سیاست سمجھتا ہوں

اور یہ اس لئے کہ میں سیاست کو دینی نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ چونکہ اسلام کے اصول نہایت پکے ہیں۔ اس لئے جب میں اسلام کے اصول کے ماتحت کسی علم کو دیکھتا ہوں۔ تو اس کا سمجھنا میرے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو میں اس پر جب بھی غور کرونگا ہمیشہ

صحیح نتیجہ

پر پہنچونگا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو میں نہ سمجھتا ہوں۔ بغیر اس کے کہ میں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق علم دیا ہے اور چونکہ میں قرآن کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں

اس لئے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل کرنا نہیں پڑا بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ان علوم کے جاننے والوں سے میری گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کا مطالعہ اس علم میں نہایت وسیع معلوم ہوتا ہے حالانکہ میں نے اس علم کے متعلق ایک کتاب بھی نہیں پڑھی تھی غرض میں نے

قرآن مجید کے ماتحت

ہر علم کو دیکھا اور اس کی وجہ سے اب مجھے قرآن مجید سے باہر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ سوائے ان تفاسیر کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیں۔ اور وہ بھی قرآن کا ایک حصہ ہی ہیں اس سے باہر نہیں۔ اگرچہ پھر بھی کئی باتیں ایسی ہیں جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ جن کا مجھ سے زیادہ عرفان تھا۔ انہیں ان کا علم تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

طب کے تمام اصول

قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور دنیا کی تمام امراض کا علاج قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے اس طرح قرآن مجید پر غور کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو اور ممکن ہے میرا عرفان ابھی اس حد تک نہ پہنچا ہو۔ مگر بہر حال اپنا عرفان اور اپنے بزرگوں کا تجربہ مد نظر رکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید سے باہر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض میں نے

سیاسی امور میں

جب بھی دخل دیا ہے قرآن مجید کے ماتحت دیا ہے۔ اس لئے مجھے کبھی بھی اپنی رائے بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بسا اوقات ایسا تاریک وقت آیا کہ لوگوں نے کہا اب نہایت نازک گھڑی ہے۔ اور بسا اوقات مجھے دوستوں نے کہا کہ اب آپ کو اپنی رائے بدل لینی چاہئیے مگر معاً خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرتا رہا کہ مجھے اپنی رائے میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے خطبہ جمعہ میں ذکر کیا تھا کہ مجھے

کشمیر کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

کام کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ جب میں نے یہ خطبہ پڑھا تو اس کے تیسرے ہی دن کشمیر میں خطرناک فساد برپا ہو گیا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہماری تمام تدبیروں کا خاتمہ ہو رہا ہے اور جتنا کام اب تک کیا گیا۔ وہ سب خراب ہو جائیگا۔ لیکن میں سمجھتا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہے چنانچہ ایک مہینہ تک سخت تاریک حالات رہنے کے بعد معاً حالات بدل گئے اور یوں حالت ہو گئی کہ گویا فساد ہوا ہی نہیں تھا

کشمیر میں جس وقت حالات خراب ہوئے میں نے اسی وقت دوستوں سے کہدیا تھا کہ یہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش

ہے میرے لئے بھی اور دوستوں کے لئے بھی۔ میرے لئے ان معنوں میں کہ آیا میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں یا نہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے اور دوستوں کے لئے اس لحاظ سے کہ ان کی

ایمانی کیفیت

کا اظہار ہو جائے

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ساری عمر

امن شکن تحریکات

کے سدباب کی کوشش فرماتے رہے۔ اور ہمیشہ ملکی امن کو ضروری قرار دیتے رہے میں نے بھی دوستوں کو ہمیشہ

کانگرس کی تحریکات

کے متعلق یا جو بھی فساد کی تحریکیں ہوں یہ نصیحت کی ہے کہ ان سے بچیں اور نہ صرف ہمارے دوستوں کو ان تحریکات میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہئیے۔ بلکہ ان کا پورے استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئیے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے دوستوں میں یہ نقص ہے کہ وہ بات کو جلدی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ابھی مجھے یہ مضمون سمجھانے کیلئے

اتنی لمبی تمہید

بیان کرنی پڑی ہے۔ جو میرے اصل مضمون سے بھی زیادہ ہو گی اور میں دیکھتا ہوں کہ ابھی ہمارے دوستوں کو اس امر سے واقفیت نہیں کہ

دین و دنیا کا میدان

مخلوط ہے ایک ہی وقت میں ایک چیز جو ساری کی ساری دنیا ہوتی ہے۔ دوسرے وقت میں ساری کی ساری دین ہو جاتی ہے مگر کئی دوست ایسے ہیں جو اس لئے ان امور میں دلچسپی نہیں لیتے کہ وہ خیال کرتے ہیں یہ

دنیوی کام

ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں وہ اپنے آپ کو اور لوگوں سے کچھ بالا سمجھتے ہیں ان کی مثال بالکل ان نمبرداروں کی سی ہوتی ہے جن کا ذکر

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

فرمایا کرتے تھے۔ مجھے آپ کا یہ لطیفہ ہمیشہ یاد آتا ہے آپ جب کبھی زیادہ بیمار ہوتے تو فرماتے دوست تشریف لے جائیں۔ اس پر ایک تہائی لوگ چلے جاتے اور باقی بیٹھے رہتے تھوڑی دیر کے بعد آپ پھر فرماتے دوست تشریف لیجائیں اس پر ایک تہائی اور چلے جاتے۔ جب آپ دیکھتے اب بھی بعض لوگ بیٹھے ہیں تو پھر آپ فرمایا کرتے۔ اب نمبردار بھی چلے جائیں مطلب یہ کہ ایسے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم مخاطب نہیں وہ گویا اپنے آپ کو نمبردار قرار دیتے ہیں۔ مجھے اس نظارہ کے دیکھنے کا اس طرح موقعہ مل جاتا۔ کہ جب آپ فرماتے دوست اٹھ کر چلے جائیں اور میں بھی اٹھتا تو آپ فرماتے آپ بیٹھے رہیں میرا مطلب آپ سے نہیں۔ اس لئے مجھے کئی دفعہ آپ سے یہ فقرہ سننے کا موقعہ مل گیا۔

تو بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہر خطبہ ہر لیکچر اور ہر وعظ کے متعلق خیال کرتے ہیں کہ یہ ہم نمبرداروں کیلئے نہیں۔ حالانکہ خطبہ سب کے لئے ہوتا ہے پس ہر ایک کو یہ سمجھنا چاہئیے کہ میں ہی اس کا اصل مخاطب ہوں۔ میں دیکھتا ہوں

ہمارے ملک کا امن

ایک لمبے عرصہ سے اس طرح برباد ہو رہا ہے۔ کہ میں جب بھی اس پر غور کرتا ہوں مجھے اپنے ملک کا نہایت ہی

تاریک مستقبل

نظر آتا ہے۔ ایک طرف میں کانگرس کو دیکھتا ہوں کہ اس کے اصول اتنے خطرناک اور فساد پیدا کرنے والے ہیں کہ اگر ہم انہیں مان لیں تو بجائے دنیا میں امن قائم ہونے کے

فتنہ و فساد

پھیل جائے۔ دوسری طرف میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں۔ جو گورنمنٹ کے خیر خواہ کہلاتے ہیں کہ وہ حد درجہ کے لالچی دنیادار خود غرض اور

قوم فروش

ہیں۔ الاماشاءاللہ۔ میں کسی قوم کے تمام افراد کو ایسا نہیں سمجھتا۔ اس کے مقابلہ میں میں کانگرس کے ایک طبقہ کو دیکھتا ہوں کہ اس میں ایثار قربانی اور

سچا اخلاص

پایا جاتا ہے۔ بے شک کانگرسیوں کے اصول سے مجھے اختلاف ہے۔ لیکن اگر میرے سامنے ذاتی دوستی کا سوال ہو۔ تو میں ایک کانگرسی کو

گورنمنٹ کے خوشامدی

پر ترجیح دونگا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ

گورنمنٹ کے خیر خواہ کہلانے والے

حد درجہ کے خود غرض لالچی اور نفس پرست واقع ہوئے ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جن کانگرسیوں سے ملنے کا موقع ملا ہے میں نے دیکھا ہے کہ [illegible]

ملک کے لئے خدمات

سرانجام دے رہے ہیں۔ اور گو وہ غلط اصول پر قائم ہیں۔ مگر ان کے دل میں ملکی ہمدردی موجزن ہے۔ مگر صحیح اصول پر چلنے والے اتنے نفس پرست واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انہیں ذاتی فوائد کے لئے اپنے ہاتھ سے ملک کو بھی دینا پڑے۔ تو یہ ملک کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

بڑا معیار ترقی کا

ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ خان بہادر بن جائیں۔ یا خانصاحب کا خطاب حاصل ہو جائے۔ اور اگر اس میں انہیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو یوں ان کی توند پھولنا شروع ہو جائے گی۔ کہ گویا ساری چربی ان کے پیٹ میں آ گئی ہے۔ محض دغا محض جھوٹ محض فریب اور محض خود غرضی سے گورنمنٹ میں جھوٹی رپورٹیں لکھواتے۔ اور اس طرح

اپنی قوم اور اپنے ملک کو فروخت کرنے کے مجرم

بنتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر کانگرس کی اب تک اصلاح نہیں ہوئی تو اس میں بہت کچھ دخل ان خود پرست لوگوں کا بھی ہے۔ جو محض اپنی

ذاتی عزت کے حصول کیلئے

قوم اور ملک کو برباد کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور عزت بھی کیسی۔ صرف نام کی بھلا کسی کو سر کا خطاب مل جانے سے کونسی بڑائی حاصل ہو جاتی ہے حقیقتاً کچھ بھی نہیں ملتا۔ مگر نہ ملنے کے باوجود وہ ایسے خطابات کے حصول کے لئے ملک بیچنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

پچھلی دفعہ جب میں شملہ گیا۔ تو مجھے ایک سر کے متعلق بتایا گیا۔ کہ اسے

سر کا خطاب کسطرح ملا

ایک مسودہ قانون تھا۔ جس کے متعلق گورنمنٹ چاہتی تھی۔ کہ پاس ہو جائے۔ مگر ممبروں میں سے اکثر اس کے مخالف تھے۔ گورنمنٹ نے اپنے ساتھ ممبر ملانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ ممبر پھر بھی زیادہ رہے۔ ایک شخص نے گورنمنٹ سے کہا۔ کہ میں اس میں مدد دیتا ہوں۔ ایک تو اس کا اپنا ہی عزیز تھا۔ اس پر زور دیا۔ اور اس نے ووٹ گورنمنٹ کو دیدیا۔ صرف ایک ممبر رہ گیا۔ جس دن یہ مسودہ پیش ہونا تھا۔ اس دن چالاکی سے اس نے اس ممبر سے کہا۔ کہ آپ ہماری موٹر پر ہی وہاں تشریف لے جائیں۔ وہ سوار ہو گئے اس نے اپنے موٹر ڈرائیور کو سکھلا دیا تھا۔ کہ نئی اور پرانی دہلی کے درمیان موٹر کو اس طرح خراب کر دینا۔ کہ موٹر بالکل چل نہ سکے چنانچہ موٹر ڈرائیور نے ایسا ہی کیا۔ موٹر کا ایک پرزہ توڑ دیا۔ اور پھر وہاں گھنٹہ بھر درست کرنے کے بہانے سے ٹھہرا رہا۔ وہ ممبر بہترا شور [illegible] اسے روکے رکھا

یہاں تک کہ وقت گذر گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس ممبر کی غیر حاضری کی وجہ سے

حکومت جیت گئی

اب حکومت کو کیا پتہ ہے۔ کہ کس طرح کوشش کی گئی۔ اسی کے صلہ میں کہ مسودہ پاس کرانے میں اس شخص نے گورنمنٹ کی مدد کی تھی۔ اسے سر کا خطاب دیدیا۔ ایسی باتوں کو سنکر کون شخص برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ ایسے نفس پرست لوگوں میں شامل ہو۔ پس میں سمجھتا ہوں ایک

گورنمنٹ کے طرفداروں میں

ایسے لوگ ہیں جو حد درجہ کے لالچی اور خود غرض ہیں۔ اور پھر وہ نکمے ہیں۔ ان کا کام سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ گھر بیٹھکر ریزولیوشنز پاس کر دیں۔ اس کے مقابلہ میں

کانگرسی

نہایت نمایاں کام کر رہے ہیں۔ اور کانگرسیوں پر ہی منحصر نہیں۔ ایک وقت میں خلافتیوں نے بھی اپنے رنگ میں بڑے ایثار سے کام کیا ہے۔ پس کانگرسی اگرچہ ایثار سے کام لے رہے ہیں۔ اور ملک کی محبت کی وجہ سے کام کر رہے ہیں لیکن ان کے اصول نہایت خطرناک ہیں۔ اگر ان اصولوں کو دنیا میں رائج کیا جائے تو کبھی امن قائم نہ ہو سکے۔ غرض یہ

دو جہنم

ہیں۔ جن میں ہمارا ملک پھنسا ہوا ہے۔ ایک طرف تو وہ خود پسند خودغرض اور نفس پرست لوگ ہیں۔ کہ اگر انہیں ذاتی اقتدار حاصل ہو جائے۔ تو یہی ان کی

زندگی کا منتہیٰ

ہوتا ہے۔ پھر چاہے۔ ملک جہنم میں جائے۔ اس کی انہیں پرواہ نہیں رہتی۔ اور دوسری طرف کانگرس کی تحریک ہے۔ گو کانگرسی ایثار سے کام لے رہے ہیں۔ مگر ان کے اصول ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کو مان لیا جائے تو بھی ملک جہنم کا نمونہ بن جائے۔ پس یہ دو جہنم ہیں جن میں اس وقت ہمارا ملک مبتلا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان دونوں کا مقابلہ کریں۔

ایک طرف ہمارے اندر ایسا ایثار قربانی اور ملکی محبت کا مادہ ہونا چاہیئے۔ جو

کانگرسیوں سے بھی بڑھکر

ہو۔ اور دوسری طرف ہمارے

اصول وفاداری

ایسے پختہ بنیادوں پر قائم ہوں۔ کہ وہ ہر قسم کے خوشامدی لوگوں کے اصول سے بلند ہوں۔ ہمیں گورنمنٹ کے ان خوشامدیوں سے

شدید نفرت

ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں کانگرس کے اصول سے بھی شدید نفرت ہونی چاہیئے۔ ہمارا معیار اس قدر بلند ہونا چاہیئے۔ کہ ہم کسی خدمت کے بدلہ کسی

معاوضہ کے طلبگار

نہ ہوں۔ اور اپنے ملک کو بدامنی سے بچانے کے لئے کانگرسیوں سے بڑھ کر ایثار اور قربانی سے کام کریں۔

مجھے تعجب آتا ہے۔ ابھی تک ہماری جماعت میں یہ بلندی پیدا نہیں ہوئی۔ کئی لوگ ہیں جو لکھدیتے ہیں۔ فلاں موقعہ پر میں نے گورنمنٹ کا فلاں کام کیا تھا۔ اب مجھے ضرورت ہے۔ میرا فلاں کام کرا دیا جائے۔ مجھے اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے گویا میرے

موہنہ پر چپیڑ ماردی

میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ سوائے محض ذاتی فائدہ کی تمنا کے ہم کیوں کام نہیں کر سکتے۔ کشمیر کی تحریک میں ہی پندرہ بیس غیر احمدیوں کی طرف سے خط آ چکے ہیں۔ کہ اب کشمیر کا کام ہو چکا ہے۔ ہمارے لئے ملازمت کے حصول کی کوشش کریں۔ یہ نہایت ہی

افسوسناک بات

ہے۔ اور یہی ہندوستانیوں میں نقص ہے۔ کہ اول تو وہ کام نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں۔ تو معاً خیال آ جاتا ہے۔ کہ ہمیں کچھ اس کے بدلہ میں ملنا چاہیئے۔ حالانکہ میرے نزدیک اگر ہم کوئی کام اس لئے کرتے ہیں۔ کہ ہمیں اس کے بدلے میں کچھ ملے گا۔ تو اس کام کے کرنے سے ڈوب مرنا بہتر ہے۔ پس

ہمارا مقصد

بلند ہونا چاہیئے۔ اور ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ایک طرف تو کانگرس کے امن شکن اصولوں کا مقابلہ کریں۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ کے خوشامدیوں سے شدید نفرت رکھیں۔

آج کل

بم بازی اور قتل و غارت

کے اکثر واقعات ہو رہے ہیں۔ اور بلاوجہ لوگوں کا خون بہایا جاتا ہے حالانکہ یہ اتنی عجیب بات ہے۔ کہ میں بعض دفعہ حیران ہو جاتا ہوں۔ اور سوچا کرتا ہوں۔ کہ ایک انسان دوسرے انسان کو کسطرح قتل کر سکتا ہے۔ بسا اوقات کئی کئی منٹ میں نے اس امر پر غور کیا ہے۔ کہ

ایک انسان دوسرے انسان کو کسطرح قتل کر سکتا ہے

اور اگر دنیا میں انسانوں کے قتل کے واقعات نہ ہوتے۔ تو یقیناً میں ان لوگوں میں سے ہوتا۔ جو یہ کہتے۔ کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو قتل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ جسطرح ایک اور ایک کا بیس ماننا ناممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح میں اس امر کو باور نہ کر سکتا۔ کیونکہ

انسانی جان

کوئی معمولی چیز نہیں۔ اگر ان الفاظ کو دیکھا جائے۔ جو قرآن مجید نے استعمال فرمائے ہیں۔ تو ان سے ماتحت انسان اللہ تعالیٰ کے ظہور کے لئے

.20

بنایا گیا ہے۔ پس اس صورت میں ایک انسان کو مارنے کے کیا معنی ہوئے۔ یہی کہ خدائی صفات کے ظہور کو مٹا دیا جائے تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس شخص کو تم نے مارا وہ ڈاکو یا بدمعاش تھا۔ کیونکہ ہم ہزاروں ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بعد میں نیک ہو جاتے ہیں۔ پس ایک انسان دوسرے انسان کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا ہاں اگر

عالم الغیب ہستی

کا حکم ہو تو وہ دوسری بات ہے کیونکہ وہ کسی شخص کی زندگی اور موت کے فوائد بہت زیادہ سمجھتا ہے۔ پس میں نے تو اس امر پر بارہا غور کیا ہے۔ مگر میری سمجھ میں کبھی نہیں آیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو کس طرح مار سکتا ہے اور اگر فی الواقعہ دنیا میں قتل کے واقعات نہ ہوتے۔ تو میں یہی سمجھتا کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے کو قتل کر سکتا ہے۔ لیکن اس فعل کی برائی

اور بھی زیادہ گھناؤنی

ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہزاروں میل سے آیا ہو وہ ایک ملک کی خدمت کیلئے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہو کر آیا ہو۔ اور پھر اسے ہلاک کر دیا جائے۔ حکام کو قتل کرنے والوں کی طرف سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انگریز انصاف نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ انصاف کرنے کی کوشش کرتے غریبوں کی خبر گیری کرتے اور قحط کے ایام میں ہر طرح کی آسائش بہم پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک عورت یا مرد اٹھتا اور وہ گولی سے حاکم کو مار دیتا ہے اس قسم کا قتل میری سمجھ میں کبھی آیا ہی نہیں اور اگر میری

قلبی کیفیات

کا اندازہ لگایا جائے۔ تو میرے نزدیک تو ایسا فعل شیطان سے سرزد ہونا بھی مشکل ہے مگر نہ معلوم وہ لوگ شیطان سے بھی برے ہو گئے یا ان کو کیا ہو گیا۔ کہ انہیں اس قسم کے افعال پر دلیری ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پھر ان جبائم کا نتیجہ بھی خراب ہی نکلتا ہے۔ تم کسی کو ایک جرم کی اجازت دیدو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے جرم بڑھتے چلے جائیں گے۔ ایک شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ کہ گوشت کی لذت گوشت کھا کر تم نہیں بھول سکتے بلکہ گوشت ترک کر کے بھول سکتے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارے کانگرس والے ایسا کرتے ہیں مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ کانگرس والوں اور ان لوگوں میں واسطہ ضرور ہے۔ جو اس قسم کے افعال کرتے ہیں۔ اور جہاں میں نے یہ کہا ہے کہ میں جن کانگرسیوں سے ملا انہیں ملک کے لئے قربانی

کرنے والا دیکھا۔ وہاں میں اس قدر ایزاد کرنا چاہتا ہوں کہ

گورنمنٹ کے معاملہ میں

میں نے ان کو نہایت ہی سنگدل پایا۔ اور میں نے دیکھا کہ انگریزوں کے مارے جانے سے وہ نہایت ہی خوش ہوتے ہیں اور خصوصاً دشمن کے مرنے پر۔ اور اس کے لئے وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ لڑائی میں دشمن کو مارنا کونسا جرم ہے حالانکہ لڑائی میں تو ہم دشمن کو بھی موقع دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں مارے۔ مگر یہاں تو تاریکی اور بے خبری کے عالم میں دوسرے پر حملہ کیا جاتا ہے۔ پس یہ نہایت ہی

افسوسناک طرز عمل

ہے۔ پھر میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ بدقسمتی سے گورنمنٹ کو یہ خیال لاحق ہو گیا ہے کہ اس نے

کانگرس کی تحریک

کو دبا دیا ہے مجھے تعجب آتا ہے کہ ایسی منظم اور دانا گورنمنٹ کو یہ خیال کیونکر ہو گیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف کانگرس کی تحریک کمزور نہیں ہوئی بلکہ وہ پہلے سے مضبوط ہو گئی ہے کسی جماعت کی مضبوطی اسکی تنظیم پر منحصر ہوتی ہے اور

کانگرس کی تنظیم

اب پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ پہلے اگر صرف شہری لوگ منظم تھے تو اب اندر ہی اندر دیہاتیوں کو بھی منظم کر رہے ہیں اور اگر آج نہیں تو کل گورنمنٹ کو محسوس ہو گا کہ کانگرس دبی نہیں بلکہ اور زیادہ قوت پکڑ گئی ہے۔ پس یہ تیسرا خطرہ اور فتنہ ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے ایک تو

کانگرسیوں کا گروہ

ہے جو ایثار اور قربانی کا مادہ رکھنے کے باوجود غلط راستے پر گامزن ہے۔ دوسری

خوشامدیوں کی جماعت

ہے۔ جو صحیح راستہ پر ہونے کے باوجود ملک سے غداری کر رہی ہے۔ اور ایک خطرہ اس

گورنمنٹ کی طرف

سے ہے۔ جسے خدا نے اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ خیال کرتی ہے اس نے اپنے آرڈی ننسوں کے زور سے اس تحریک کو کچل دیا اور اس بڑھتے ہوئے فتنے کو دبا دیا ہے۔ حالانکہ چور کیلئے اگر ایک کھڑکی بند کر دی گئی تھی تو اب وہ دوسری کھڑکی کی راہ سے اندر داخل ہو گیا ہے۔ حکومت نے کانگرس کیلئے ایک دروازے کو بند کر دیا اور خیال کر لیا کہ اب کانگرس اندر داخل نہیں ہو سکتی حالانکہ دوسرے دروازے کھلے ہیں اور وہ ان کے ذریعہ اندر داخل ہو رہی ہے میں نے دیکھا ہے۔ ہر سال

گورنمنٹ کے کچھ افسر

کانگرسی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل افسروں کا اکثر حصہ ایسا ہے جو کانگرسی ہے۔ اور وہ اپنے عہدوں اور رسوخ کے زور سے کانگرس کی مدد کر رہے ہیں مجسٹریٹ۔ پولیس والے دفاتر کے کارکن غرض ہر محکمہ میں کانگرس کے حامی موجود ہیں۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ

گورنمنٹ کا کوئی راز

ایسا نہیں ہوتا جو کانگرسیوں کو معلوم نہ ہو۔ وارنٹ گرفتاری نکلتے ہیں۔ تو ان کی تعمیل ہونے سے قبل ہی اطلاع ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص کی گرفتاری کیلئے حکم نکل رہا ہے

مجھے ایک شخص نے سنایا کہ جب پولیس والے اپنے زعم میں بے خبری کے عالم میں وارنٹ لیکر آ رہے ہوتے ہیں تو ہم پہلے ہی

ہار پہنا کر

اس شخص کو بٹھا رکھتے ہیں جس کی گرفتاری کا وارنٹ ہوتا ہے تاکہ بتا دیں کہ ہمیں پہلے سے گرفتاری کا علم تھا ان حالات میں

ہماری جماعت کی ذمہ واریاں

بہت ہی بڑھ جاتی ہیں میں نصیحت کرتا ہوں کہ جس جس صوبہ میں اس قسم کے واقعات ہوں ان کا مقابلہ کیا جائے یعنی اسی فتنہ انگیزی کی روح کا مقابلہ کیا جائے ورنہ ہمیں کسی کی ذات سے کوئی رنجش نہیں ہونی چاہئیے۔ میں نے کہا ہے۔ کانگرسی ملک کیلئے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور ان میں بہت سے مخلص کارکن ہیں جب میں شملہ گیا تو مجھے کانگرس کے ایک پریزیڈنٹ سے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ملنے کا موقعہ ملا میں نے دیکھا کہ وہ نہایت خاموش طبیعت کے اور

سچے آدمی

ہیں۔ ان سے لوگ ہنسی مذاق بھی کرتے مگر انہیں پتہ ہی نہ ہوتا کہ لوگ کیا کہتے ہیں ایسے انسان سے مل کر کام کرنا یا اس سے ذاتی دوستی پیدا کرنا نہایت ہی پرلطف بات ہے پس میں اگر

کانگرسیوں کے مقابلہ کیلئے

کہتا ہوں تو کانگرسی اصول کے لحاظ سے۔ ورنہ دوستی کے لحاظ سے میں انہیں بہت بہتر سمجھتا ہوں۔ اور ان کی ذات سے دشمنی رکھنا غلطی سمجھتا ہوں۔ نہ انگریز ہمارے سگے بھائی ہیں نہ کانگرسی سوتیلے بھائی بلکہ

دونوں ہمارے بھائی ہیں

انسانی لحاظ سے ایک ہندو اور ایک انگریز میں فرق ہی کیا ہے سوائے اس کے کہ ایک انگریز ... [illegible]

ہمارے بھائی ہیں اور میرے دل میں ہر قوم کے اچھے لوگوں کے لئے عزت ہے۔ چاہے وہ مسلمان ہوں یا ہندو یا انگریز ہاں جو لوگ غلط طریق اختیار کریں ہم ایسے لوگوں کے اس طریق کو برا کہینگے۔ پس ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ہم

پیار محبت اور استقلال

کے ساتھ ان خلاف آئین تحریکوں کا مقابلہ کریں میں اپنی جماعت کے تمام افراد کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جہاں کہیں ہوں

انارکسٹوں کی تحریک

کی نگرانی رکھیں اور یہ کبھی خیال نہ کریں کہ اس کے بدلہ میں گورنمنٹ سے انہیں کیا ملیگا۔ میں تو جب کسی کے مونہہ سے ایسی بات سنتا ہوں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری کمر ٹوٹ گئی دراصل یہ

ہمارا اپنا کام

ہے۔ گورنمنٹ نے ملک سے فتنہ و فساد کو روکنے کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لی ہے اور ہم پر فتنہ و فساد کے روکنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے۔ گورنمنٹ نے تو اس فرض کو اپنے سر یوں لے لیا جیسے پنجابی زبان میں کہتے ہیں۔ آپے میں رجی پجی آپے میرے بچے جیون گے ہم نے تو خود بخود اس فرض کو نہیں اٹھایا۔ بلکہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کیا اور اس نے کہا کہ تمہارے یہ یہ فرائض ہیں پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کام ہمارے سپرد ہوا ہے تو ہمیں کسی

انعام کا طالب

ہو کر اسے سرانجام دینے کا خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ابھی تو ہندوستان میں ہی ہمیں اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تیاری کرنی ہے پھر نہ معلوم کس وقت انگلستان امریکہ چین اور جاپان میں فسادات ہوں اور ہمیں وہاں بھی ان کے مٹانے کی سعی کرنی پڑے۔ مگر پہلے

گھر والوں کا حق

ہوتا ہے پھر جوں جوں اللہ تعالیٰ توفیق دیتا جائے۔ ہمارا دائرہ عمل بھی وسیع ہوتا چلا جائیگا۔ پس میں جماعت کو پورے زور سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خلاف امن تحریکات کی خبرگیری کریں اور وقتاً فوقتاً مجھے اطلاعات بھیجتے رہیں۔ گورنمنٹ کو تو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ خیال کرتی ہے اس نے اس فتنہ کو دبا دیا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ ظاہر میں فتنہ تھا اب پوشیدگی میں لوگوں کے اخلاق اور ملک کے امن کو برباد کر رہا ہے اور

پوشیدہ فتنہ

زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ فتنہ کی مثال پھوڑے کی سی ہوتی ہے اور اندر کا پھوڑا بہت زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ کیونکہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کا زہر دل کی طرف چلا جائے یا جگر کی طرف۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان خطرات کا مقابلہ کریں۔ لیکن ہمارا مقابلہ امن کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ جیسے کشمیر کی تحریک میں ہوا۔ میں نے

آئینی حدود

کے اندر رہتے ہوئے مقابلہ کی تحریک کی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی۔ ورنہ میں یہاں بیٹھا ہوا کیا کر سکتا تھا اگر لیڈروں کے دل خونریزی کی طرف مائل ہو جاتے۔ تو میں کچھ بھی نہ کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی وہی تحریک پیدا کر دی جو میرے دل میں اٹھی پس نیک نیتی کے ساتھ امن کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس تحریک کا مقابلہ کرو۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ سے ہماری رشتہ داری ہے۔ ہم وقت پر اس کی غلطیوں سے بھی اسے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انگریز نہیں کوئی بھی حکومت ہو اگر

کانگریس کا طریق عمل

اختیار کیا جائے۔ تو ہر حکومت کیلئے سخت مشکلات پیش آئینگی اور اس کے علاوہ ہمارے لئے تبلیغ کرنا مشکل ہو جائیگا۔ میں اپنی جماعت کے تمام دوستوں کو خواہ وہ یو۔ پی کے ہوں۔ یا بنگال کے پنجاب کے ہوں یا مدراس کے بہار کے ہوں یا بمبئی وغیرہ کے نصیحت کرتا ہوں کہ ان کا فرض ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشا کے مطابق دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کریں۔ محض لیکچروں میں زبانی اس امر کے کہنے کا کیا فائدہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ دنیا میں

امن کا پیغام

لے کر آئے تھے اثر محض باتوں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کام سے ہوتا ہے۔ اگر تم اپنی جانوں کو اپنے مالوں کو اور اپنی عزیز سے عزیز متاع کو امن کے قیام کیلئے قربان کر دو تو لوگ کہینگے یہ جو کچھ کہتے ہیں دکھاوے کیلئے نہیں کہتے بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں اس

خطبہ کی اشاعت

پر تمام جماعت اس فتنہ و فساد کی روک تھام کے لئے منظم کوشش عمل میں لائیگی۔ میں نے

ایک سکیم

بھی تجویز کی ہے جس کے ماتحت پچیس سال تک کے تمام نوجوانوں کو منظم کیا جائیگا۔ اور اس پر پہلے قادیان میں عمل شروع ہوگا اور بیرونی جماعتوں میں بعد میں۔ لیکن علاوہ اس تنظیم کے ہماری جماعت کے ہر فرد کو حکومت کی اس معاملہ میں مدد کرنی چاہیئے کیونکہ امن کا قیام ہمیشہ ہی ضروری ہوتا ہے خواہ اپنی حکومت ہو خواہ کسی غیر کی حکومت اور اس معاملہ میں ہمیں ہر حکومت کی مدد کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

خبریں

بمبئی کا ہندو مسلم فساد بدستور جاری ہے۔ ۳-۴ جولائی کو بمبئی ہندوؤں اور مسلمانوں میں کئی جگہ تصادم ہوا۔ پانچ آدمی ہلاک اور ساٹھ سے زیادہ زخمی ہوئے۔ صورت حالات کو دیکھتے ہوئے ایک ہفتہ کے لئے کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا ہے جس کے رو سے لوگوں کو رات کے دس بجے سے صبح چھ بجے تک باہر چلنے پھرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

سکندر آباد ضلع ملتان کے فرقہ وارانہ فساد کے سلسلہ میں جو ۳۷ گرفتار شدگان مسلمانوں کو مسٹر ڈپٹی مجسٹریٹ نے ڈسچارج کر دیا تھا اور جن کے خلاف سیوا رام سنگھ سشن جج کے حکم سے مقدمہ کی دوبارہ سماعت ہونی قرار پائی تھی ان میں سے ۲۷ اشخاص کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا ہے مقدمہ کی سماعت بہت جلد شروع ہو جائیگی۔

ڈائریکٹر صاحب محکمہ اطلاعات صوبہ سرحد مطلع کرتے ہیں کہ پنجاب میونسپل ایکٹ امینڈمنٹ بل ۲۷ مئی کو سرحدی کونسل میں پیش ہوا تھا اور طے پایا تھا کہ اسے استصواب رائے عامہ کیلئے شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ اب بل شائع کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ اس کے متعلق اظہار رائے کرنا چاہیں وہ ۵ ستمبر سے پہلے پہلے لکھکر بھیج دیں۔ بل کی نقول لیجسلیٹو کونسل کے سیکرٹری سے درخواست کرنے پر مل سکتی ہیں۔

ریاست کشمیر کا ایک سرکاری کمیونک مظہر ہے کہ مسٹر [illegible] آئی سی ایس اور مسٹر وجاہت حسین آئی سی ایس کو مہاراجہ بہادر کی حکومت کی طرف سے [illegible] کشمیر [illegible] کے عہدہ پر فائز کیا جائیگا۔ توقع ہے کہ چند ہفتوں تک یہ دونوں صاحبان اپنے اپنے عہدوں کا چارج لے لینگے۔

لالہ شام لال وکیل صفائی مقدمہ سازش لاہور کے خلاف ہائیکورٹ کے ایک فل بنچ کے روبرو چند الفاظ کہنے کی بنا پر اسی بنچ کے سامنے توہین عدالت کے الزام میں مقدمہ